Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون: ۴۴۹ رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۲۶/۴۲ جمعۃ المبارک ۱۴۱۲ھ - ۶ امان ۱۳۷۱ہش - ۶ مارچ ۱۹۹۲ء نمبر ۵۵

حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کی صحت کے بارے میں خصوصی دعاؤں کی تحریک

مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے لندن سے مورخہ ۳۔ مارچ ۱۹۹۲ء کو جو اطلاع بھجوائی ہے وہ ذیل میں درج کی جارہی ہے۔
حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ حرم محترم سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارہ میں مکرم ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب کی تازہ رپورٹ درج ذیل ہے۔
"جیسا کہ اس سے قبل کی رپورٹ میں بتایا جاچکا ہے۔ کہ ڈاکٹروں نے نالی ڈال کر جگر اور انتڑیوں کو اس طرح ملا دیا ہے کہ جگر میں صفرا اکٹھا نہ ہو۔ اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے یرقان کی کیفیت میں فرق پڑنا شروع ہوا ہے اور عمومی صحت میں مزید کمزوری کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی اصل بیماری کا علاج بھی ساتھ ساتھ جاری ہے۔ جس کے اثرات (اللہ نے چاہا تو) چند دنوں تک ظاہر ہوں گے۔ ابھی تک اصل بیماری میں کمی کے کوئی مثبت آثار سامنے نہیں آئے۔ جس کی وجہ سے تشویش بدستور ہے۔ لہٰذا احباب سے دردمندانہ دعائیں جاری رکھنے کی درخواست ہے۔"

سانحہ ارتحال

محترمہ امۃ الرشید صاحبہ اہلیہ مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب مورخہ ۴ مارچ ۹۲ء بروز بدھ صبح آٹھ بجے طویل

باقی صفحہ ۷ پر

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"ایمان کے بعد ضروری ہے کہ انسان دکھ اٹھاوے۔ بغیر اس کے ایمان کا کچھ مزا ہی نہیں ملتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو کیا کیا مشکلات پیش آئیں اور انہوں نے کیا کیا دکھ اٹھائے۔ آخر ان کے صبر پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے بڑے مدارج اور مراتب عالیہ عطا کئے انسان جلد بازی کرتا ہے اور ابتلا آتا ہے تو اس کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ دنیا ہی رہتی ہے۔ اور نہ دین ہی رہتا ہے مگر جو صبر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور ان پر انعام و اکرام کرتا ہے۔ اس لئے کسی ابتلا پر گھبرانا نہیں چاہئیے۔ ابتلا (صاحب ایمان) کو اللہ تعالیٰ کے اور بھی قریب کر دیتا ہے اور اس کی وفاداری کو مستحکم بناتا ہے لیکن کچے اور غدار کو الگ کر دیتا ہے۔" (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۰۱)

"گناہ سے نجات محض خدا تعالیٰ کے فضل اور تصرف سے ملتی ہے۔ جب وہ تصرف کرتا ہے اور دل میں وعظ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر ایک نئی قوت انسان کو ملتی ہے جو اس کے دل کو گناہ سے نفرت دلاتی ہے اور نیکیوں کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔"
(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۴۰۱)

گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بعد از موت جواب طلبی کا تصور ہے

اقتباس از خطبہ فرمودہ سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"انگلستان میں ٹیلی ویژن پر آج کل اس قسم کی بہت بحثیں آتی ہیں کہ جرائم بڑھ رہے ہیں ان کو کس طرح روکا جائے۔ پولیس قوانین میں کیا تبدیلیاں پیدا کی جائیں۔ کیا اختیار ان کو دیئے جائیں۔ کیا اختیار نہ دیئے جائیں اور جب میں ان پروگراموں کو دیکھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ قرآنی حکمتوں سے ہٹ کر جب دنیا کے حکمتوں والے بھی باتیں کرتے ہیں تو بالکل جاہلانہ باتیں ہوتی ہیں۔ جرائم کو قوانین نہیں روکا کرتے۔ کوئی دنیا کا قانون، کوئی دنیا کی پولیس جرائم کو روک نہیں سکتی۔ جرائم کو دبا سکتی ہے اور جرائم کو روکنے کے لئے صرف خدا تعالیٰ کا تصور اور اس سے تعلق کا تصور ہے جو حقیقت میں کام کر سکتا ہے۔ ایسا انسان جو خدا پر یقین رکھتا ہے اور خدا سے ملاقات کا یقین رکھتا ہے اس کے اندھیرے بھی روشن ہو جاتے ہیں کیونکہ اسے چھپنے کی کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ وہ جہاں بھی جائے جس حالت میں زندگی بسر کرتا ہو وہ آنکھوں کے نیچے رہتا ہے اور نظر کے سامنے رہتا ہے۔ یہی وہ ایک حقیقت ہے جو انسان کو گناہوں سے پاک کر سکتی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی طریق گناہوں سے پاک ہونے کا نہیں ہے۔ پس دنیا کی خرابیاں ہوں یا مذہبی امور سے تعلق رکھنے والے گناہ ہوں تمام جرائم کی جڑ اس بات میں ہے کہ ہم خدا سے لقاء کے مضمون کو بھلا دیتے ہیں اور رفتہ رفتہ اس سے پیچھے ہٹتے چلے جاتے ہیں۔ ظاہرا انکار کریں یا نہ کریں ہماری روزمرہ کی زندگی میں مرنے کے بعد خدا سے ملنے کا تصور کمزور پڑتا چلا جاتا ہے اور یہ تصور جتنا کمزور پڑتا چلا جاتا ہے اتنا ہی انسان گناہوں پر دلیری اختیار کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک

باقی صفحہ ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ
الفضل
ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس، ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی ۔ ربوہ

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۶، امان ۱۳۷۱ ہش ۶، مارچ ۱۹۹۲ء

ابتلاؤں کی لذت

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنے علم کلام کے ذریعے ہمیں دنیا اور دین کے جو اسرار و رموز سمجھائے ہیں وہ کسی اور دینی یا غیر دینی لٹریچر میں ملنے محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہیں۔ ان ازلی ابدی صداقتیں جو خدا تعالیٰ اپنے پاک کلام کے ذریعے اپنے بندوں کو ہزاروں سال سے سمجھاتا چلا آرہا ہے ان ہی باتوں کی تشریح اور توضیح حضرت بانیٔ سلسلہ نے ایسے مؤثر رنگ میں فرمائی ہے کہ بات سیدھی دلوں میں جا اترتی ہے۔

ان بہت سی باتوں میں سے ایک مشکلات اور مصائب کا بیان ہے کہ یہ کیوں آتے ہیں اور خدا تعالیٰ جو اپنے بندوں سے حقیقی والدہ سے بڑھ کر پیار کرنے والا ہے وہ کیوں اپنے بندوں کو امتحان میں ڈالتا ہے اور ان ابتلاؤں سے گذار کر مولا کریم کیا خوبصورت اور حسین مقصد حاصل کر کے اپنے بندوں کے سامنے رکھ دیتا ہے۔

وہ فلسفہ اور ابتلاؤں کی غرض و غایت یہی بیان فرمائی گئی ہے کہ یہ امتحان دراصل اعلیٰ منازل تک پہنچنے کا زینہ ہے جو پوری ہمت استقلال اور استقامت سے اس پرچۂ امتحان کو حل کرتے ہیں۔ دن رات تکلیف اختیار کر کے اسکی بہترین تیاری کرتے ہیں ان کو خداوند کریم ایسے حسین انعامات عطا کرتا ہے کہ جب وہ انعام ملتے ہیں تو ساری کوفت اور تکلیف یوں دور ہو جاتی ہے کہ گویا کبھی آئی ہی نہ تھی۔ اس وقت یہی احساس ہوتا ہے کہ ایسے عظیم انعام کے مقابل پر یہ تکلیف تو بہت معمولی اور تھوڑی سی ہے۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر انسان کو اللہ تعالیٰ کے پیار کے اظہار کے طور پر ملنے والے انعام کا صحیح صحیح پتہ لگ جائے تو کوئی بھی تکلیف اور مشکل اسے مشکل محسوس ہی نہ ہو۔ اور کوئی ابتلاء اسے پریشان کرنے کی بجائے اس کے مستقبل میں حاصل ہونے والے زبردست انعامات کے پیشِ نظر تکلیف کی بجائے ایک خوشخبری کا رنگ اپنے اندر رکھے اور خدا کے پیارے بندے ابتلاء کو سامنے دیکھ کر ایک خوشی اور اطمینان محسوس کریں کہ اس کے بعد مولا کریم کی محبت کا جو عظیم اظہار ہوگا وہ دلوں کو حقیقی خوشی اور طمانیت سے بھر دے گا۔

جماعت احمدیہ کے افراد اس حقیقت کو جانتے ہیں اور انکی زندگیوں کے تجربات نے اپنے محبوب خدا کی محبتوں کے جلوے ایک بار نہیں دو بار نہیں بلکہ بار بار، ہزاروں بار دیکھے ہیں۔ اس لئے کوئی احمدی تکلیف اور دکھ سے آزردہ نہیں ہوتا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا یہ ایک جملہ گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیتا ہے، "جو اللہ کے دوست ہیں۔ اگرچہ دنیا پراز تکلیف و مصائب ہے لیکن کسی کو کیا خبر وہ کیسی لذت اٹھاتے ہیں۔" (ملفوظات جلد اوّل ص۱۱)

میں یہ نہ کروں، میں وہ نہ کروں
میں کچھ بھی کروں تو ان سے ڈروں
یہ بات سمجھ سے بالا ہے
کیا یہ بھی ہے کوئی رازِ دروں

ابوالاقبال

مَیں اپنے پیاروں کی نسبت — ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹے درجہ پہ راضی ہوں — اور اُن کی نگاہ رہے نیچی
وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر — شیروں کی طرح غرّاتے ہوں
ادنیٰ سا قصور اگر دیکھیں — تو مُنہ میں کف بھر لاتے ہوں
وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر — اُمید لگائے بیٹھے ہوں
وہ ادنیٰ ادنیٰ خواہش کو — مقصود بنائے بیٹھے ہوں
شمشیرِ زباں سے گھر بیٹھے — دُشمن کو مارے جاتے ہوں
میدانِ عمل کا نام بھی لو — تو جھینپتے ہوں گھبراتے ہوں
گیدڑ کی طرح وہ تاک میں ہوں — شیروں کے شکار پہ جانے کی
اور بیٹھے خوابیں دیکھتے ہوں — وہ ان کا جُوٹھا کھانے کی
اَے میری اُلفت کے طالب! — یہ میرے دل کا نقشہ ہے
اب اپنے نفس کو دیکھ لے تُو — وہ ان باتوں میں کیسا ہے
گر تیری ہمّت چھوٹی ہے — گر تیرے ارادے مُردہ ہیں
گر تیری اُمنگیں کوتہ ہیں — گر تیرے خیال افسردہ ہیں
کیا تیرے ساتھ لگا کر دِل — مَیں خود بھی کمینہ بن جاؤں
ہے خواہش میری اُلفت کی — تو اپنی نگاہیں اُونچی کر
تدبیر کے جالوں میں مت پھنس — کر قبضہ جا کے مقدّر پر
مَیں واحد کا ہوں دِلدادہ — اور واحد میرا پیارا ہے
گر تُو بھی واحد بن جائے — تو میری آنکھ کا تارا ہے
تُو ایک ہو ساری دنیا میں — کوئی ساجھی اور شریک نہ ہو
تُو سب دنیا کو دے لیکن — خود تیرے ہاتھ میں بھیک نہ ہو

(کلامِ محمودؔ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈاکٹر عبدالہادی اطالوکیوسی

قادیان دارالامان کی ناقابلِ فراموش یاد

اٹلی کے رہنے والے اور جرمنی میں مقیم مکرم ڈاکٹر محمد عبدالہادی اطالوکیوسی ان سعید روحوں میں سے ہیں جنہوں نے جماعت احمدیہ کے جرمن مشن کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ انہوں نے جرمن زبان میں ایک کتاب لکھی جس میں اپنی زندگی کے بعض حالات مختصر طور پر لکھے ہیں۔ اس میں انہوں نے ربوہ اور قادیان کی زیارت کا ذکر بھی اپنی زندگی کے ناقابلِ فراموش ابواب کی حیثیت سے کیا ہے۔ ذیل میں ہم اسی کتاب کا ایک باب نقل کرتے ہیں جس میں انہوں نے اپنے دورۂ قادیان اور اس کے دوران پیش آنے والے روحانی لذات سے بھرپور ایک حیران کن واقعے کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ مکرم مولانا فضل الٰہی صاحب انوری سابق مربی جرمنی نے کیا ——— (ادارہ)

قادیان

یہ کوئی داستان سفر نہیں۔ عین ممکن ہے کہ میں کسی روز ماضی قریب کے بیتے ہوئے دنوں کے واقعات جو سالِ نو کے گرد و پیش پر رونما ہوئے مناسب بعدِ زمانی کی رعایت اور ایک مؤرخ کی یکسوئی کے ساتھ لکھ پاؤں۔ اس وقت مجھے یقین ہے کہ میرے قلم کی کم مائیگی کے باوجود میری "قادیان"، "ربوہ" مکہ اور مدینہ کے سفر کی داستان میرے قارئین کے لئے کسی قدر دلچسپی کا باعث ہوگی۔ آج میں اس قسم کے تاریخی نظم و ضبط کے ساتھ مرتب اور پورے توازن کے ساتھ تیار کردہ ایک سلسلہ وار داستان سفر نہیں لکھ سکوں گا تاوقتیکہ جذبات کا طوفان تھوڑا سا تھم نہ جائے۔

بایں ہمہ مجھے ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ چند ایک ایسی تفصیلات کو فوری طور ضبط تحریر میں لے آؤں جو میری اپنی ذات سے گہرا تعلق رکھنے والے واقعات کے پس منظر میں مجھے خاص اہمیت کی حامل نظر آتی ہیں۔

قادیان میں میسر آنے والے دو لمحات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

قادیان! جس نے بھی سلسلہ احمدیہ کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ نام کتنی اہمیت کا حامل ہے۔ تاہم بیرونی دنیا کے لئے قادیان ایک مختصر سی بستی ہے۔ جس میں تعداد کے لحاظ سے اسی طرح کی ایک مختصر سی جماعت رہتی ہے۔ یوں سمجھئے کہ درویشاں کا چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ جو میلوں میل پھیلے ہوئے ایک ایسے ماحول سے گھرا ہوا اور دبا ہوا ہے جو اگرچہ آج بے ضرر ہو چکا ہے۔ مگر ابھی تھوڑا عرصہ پہلے نفرت، عداوت اور تشدد کا ایک بھیانک منظر پیش کر رہا تھا۔

میری آئندہ لکھی جانے والی داستان سفر میں یہ بتایا جائے گا کہ میں فرینکفرٹ سے کراچی تک اپنے بظاہر پرسکون ہوائی سفر کے بعد کس طرح انتہائی غیر معمولی حالات میں قادیان پہنچا۔ اس میں ان مختلف قسم کی ہنگامی تبدیلیوں کا ذکر بھی ہوگا۔ جنہوں نے میرے ریاضتی کی باریکیوں کے ساتھ ترتیب دیئے ہوئے سفری پروگرام کو ایک اچھی خاصی جان جوکھوں بھری مہم میں تبدیل کر دیا تھا۔ حیرت انگیزیاں کراچی، لاہور کی پرواز کے ساتھ ہی شروع ہو گئیں اس پرواز کے ہوائی راستے کی تبدیلی ایک مجبوری کے باعث ایسے طور پر عمل میں آئی کہ بظاہر ایک مشکل نظر آنے والی صورت حال دوبارہ آسان ہو گئی۔ پہلا حیران کن واقعہ مجھے پاک و ہند سرحد پر پیش آیا دراصل وہاں سے مجھے بذریعہ کار آگے لے جایا جانا تھا۔ یہ انتظام کسی غلط فہمی کے باعث عمل میں نہ آسکا یہ کہ بالآخر میں نے کسی طرح ٹیکسی کا سفر اختیار کیا اور ٹیکسی بھی ایسی جس کے تمام تر آہنی وجود کی بقا چند تاروں کی مرہونِ منت تھی اور اس کے بعد تین بار ٹائر کے پنکچروں اور دیگر پیش آنے والی صعوبتوں کی داستان، ان سب کے متعلق بہت کچھ بیان کیا جاسکے گا اور غالباً ان کی توجیہ بھی تلاش کی جاسکے گی۔ بعض اوقات "کیا" اور "کیسے" کا علم لازمی طور پر "کیوں" کے علم کی جستجو پیدا کرتا ہے کم از کم میرے جیسے شخص کے لئے کہ جو اپنے نام "عبدالہادی" کی عملی تعبیر کا مشاہدہ اپنی زندگی میں کئی بار کر چکا ہے۔ اس وقت ممکن ہے کہ وہ قاری جو جان جوکھوں بھری داستان سفر کا دلدادہ ہو چکا ہو۔ اس واقعہ میں بھی اپنی دلچسپی کا سامان پا سکے گا۔ جو امرتسر کے قریب پہنچ کر اس وقت پیش آیا جب میری "خود کار" چوتھیہ گاڑی کے دوسرے پنکچر کے موقع پر ملنے والے ایک سکھ لڑکے نے میری اطالوی JESSI گھڑی کے عوض اپنی کلائی والی گھڑی اتار کر مجھے دے دی تھی۔

اس ٹیکسی کو بالآخر بوجہ اس کے کہ وہ بالکل ناکارہ ہو چکی تھی بٹالہ چھوڑتے اور پھر رات کی تاریکی میں تاروں بھرے آسمان کے نیچے بس کا سفر کرنے کے بعد ایک شراب سے بدمست ہندو کوچوان کے تانگے میں بیٹھ کر میں کسی نہ کسی طرح (بیت) مبارک تک پہنچ گیا۔ یہ وہ (بیت الذکر) ہے جو وہاں کی جماعت کے لئے بمنزلہ دل کے ہے (جو بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مکان سے ملحق ہے)

۱۱۵ میل کے سفر کے دوران جو قریباً آٹھ گھنٹوں میں طے ہوا۔ دن گزرنے کے ساتھ میرا دماغی غبار بڑھتے بڑھتے ایک ناقابل برداشت حد تک پہنچ گیا تھا۔ گویا جذبات کا ایک ایسا طوفانی بند تیار ہو چکا تھا کہ مجھے پوری توقع تھی کہ قادیان کے رہنے والوں اور قادیان کے سنگریزوں کے ساتھ مل کر پیدا ہونے والی چنگاریاں ایک دھماکے کے ساتھ اس بند کو پاش پاش کر دیں گی۔ مگر میرے وہاں پہنچنے کے فوراً بعد ہی وضو وغیرہ کی حاجات سے فارغ ہو کر مجھے "بیت الدعا" (ایک چھوٹی سی دعا کے لئے مخصوص کوٹھڑی بیت مبارک کے ساتھ ملحق ایک چھوٹا سا کمرہ جہاں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اکثر نفلی عبادات بجا لایا کرتے تھے) میں دعا کرنے کی سعادت نصیب ہو گئی۔ اس وقت جو مجھ پر گزری وہ بالکل ہی اور قسم کی ایک نرالی اور غیر متوقع کیفیت تھی۔ اس مختصر کمرے میں جس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی گھنٹوں دنوں اور مہینوں اپنے قادر مطلق اور واحد و یگانہ خدا کے حضور نماز، ریاضت اور عبادت میں گزارا کئے۔

میرا دماغی غبار بالکل ناگہانی اور پرسکون طور پر اور بغیر کسی تکلیف کے احساس کے ڈھلنا شروع ہو گیا۔ وہ طوفانی بند ایک لمحہ کے اندر غائب ہو گیا اور میرے اندر پھر ایک بار سکون، آرام اور ایک ناقابلِ بیان لذت کی کیفیت پیدا ہوئی نہ کوئی دھماکہ ہوا۔ نہ کوئی طوفان بپا ہوا۔ نہ کچھ ٹوٹا نہ پھٹا۔ بس ایک سکون تھا اور پرسرور لذت تھی۔

میں نہیں جانتا تھا اس کمرے میں میں کتنی مدت ٹھہرا۔ کیونکہ کافی دیر تک نہ کسی نے آواز دی اور نہ کوئی اندر داخل ہوا اور میری یہ حالت تھی کہ میں اس دوران وقت اپنے مادی گرد و پیش کا ہر احساس کھو چکا تھا۔ تاہم اس حقیقت کا احساس کہ جتنا وقت مجھے وہاں گزارنے کی توفیق ملی وہ ساری جماعت کی طرف سے میرے لئے جو ایک دور دراز ملک سے آیا تھا ایک انمول تحفہ، ایک محبت بھرا اور پرخلوص عطیہ تھا۔ مجھے بعد میں احساس ہوا جبکہ مجھے بتایا گیا کہ یہ کوٹھڑی دن اور رات کی تمام گھڑیوں میں قریباً ہمیشہ ہی دو، دو بلکہ تین تین نمازیوں سے پُر رہتی ہے جو ایک نہ ٹوٹنے والے تسلسل کے ساتھ وہاں دعا کرنے میں اپنی روحانی تسلی اور اپنے ایمان کی تازگی کا سامان تلاش کرتے اور حاصل کرتے ہیں۔

قادیان میں میرے عرصۂ قیام کے دوران بہشتی مقبرہ میرے لئے ایک خاص قسم کی جاذبیت کا مرکز بنا رہا۔ یہ وہ مقبرہ ہے جہاں (حضرت اقدس) اور آپ کے دیگر بہت سے رفقاء مدفون ہیں۔ میں نے وہاں کئی کئی گھنٹے لگاتار بسر کئے۔ ۲۲ دسمبر کو بعد از دوپہر میں آخری بار اس مقبرہ کی زیارت کو گیا۔ کیونکہ مجھے علم تھا کہ اگلے روز مجھے وہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔ وہیں وہ دوسرا واقعہ رونما ہوا جس نے میرے وجود ہستی کو ہلا کر رکھ دیا۔

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مزار مبارک اور اولین رفقاء کی قبور پر دعا سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ارادہ کیا کہ چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے والد بزرگوار اور والدہ ماجدہ جو وہاں ابدی نیند سوئے ہوئے ہیں کی قبروں پر جا کر ان کے لختِ جگر کی طرف سے انہیں ایک بار پھر سلام کا تحفہ پہنچاؤں اور ان سے رخصت حاصل کروں۔ ابھی مجھے چوہدری صاحب کی والدہ مکرمہ کی قبر کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے دونوں ہاتھ دعا کی غرض سے اپنی آنکھوں پر رکھے ہوئے چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ یکدم میں نے ایک قوی الاثر اور پُرزور روحانی

باقی صـ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان

میری والدہ

حضرت چوہدری ظفر اللہ خانصاحب اپنی کتاب "میری والدہ" میں فرماتے ہیں۔

" اگست ۱۹۱۱ء کے آخر میں خاکسار سیالکوٹ سے روانہ ہوا والد صاحب والدہ صاحبہ اور ماموں صاحب بھی ہمراہ تھے۔ اوّل تو ہم سب قادیان حاضر ہوئے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے یہ والدہ صاحبہ کے قادیان حاضر ہونے کا پہلا موقع تھا۔ اور اس موقع پر حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مکانات کو دیکھ کر والدہ صاحبہ نے پہچان لیا کہ یہی مکانات انہوں نے اپنے (خواب) میں دیکھے تھے۔ اور اس سفر کے متعلق اتفاق ہی ایسا ہوا کہ ہم سیالکوٹ سے فجر سے کچھ قبل روانہ ہوئے اور عصر کے وقت قادیان پہنچے جو والدہ صاحبہ کے سات سال کے قبل (خواب) کے عین مطابق تھا ہم ایک دن ہی قادیان ٹھہرے۔ اس موقع پر مجھے یاد ہے کہ حضرت اماں جان نے کمال شفقت سے ہم سب کے لئے اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کیا۔

دوسرے دن ہم سب لوگ امرتسر تک اکٹھے گئے وہاں سے والدہ صاحبہ تو ماموں صاحب کے ہمراہ سیالکوٹ تشریف لے گئیں اور خاکسار والد صاحب کے ہمراہ بمبئی کی طرف روانہ ہوا۔ بمبئی سے والد صاحب خاکسار کے جہاز پر سوار ہو جانے کے بعد واپس سیالکوٹ تشریف لے گئے خاکسار نے بعد میں سنا کہ امرتسر سے روانہ ہوتے ہی والدہ صاحبہ کو غش آگیا اور سیالکوٹ تک سفر کا اکثر حصہ ان کا اسی حالت میں گذرا۔

اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ان دنوں جو میری کیفیت تھی۔ اس کا اس سے اندازہ کرو کہ تمہارے چلے جانے کے دو چار روز بعد جب تمہارے والد کے سیالکوٹ پہنچنے کا دن آیا تو تمہاری دادی صاحبہ نے جو ان دنوں سیالکوٹ میں مقیم تھیں کہنا شروع کیا کہ (اللہ کا شکر ہے) آج میرا بیٹا گھر واپس پہنچ جائے گا۔

ان کے ایک دفعہ ایسا کہنے پر تو میں خاموش رہی لیکن جب انہوں نے تھوڑے تھوڑے وقفہ پر دو تین دفعہ ایسا کہا تو میں نے اپنی وحشت میں ان سے کہہ دیا " پھوپھی جان آپ کیوں بار بار اپنی بے تابی کا اظہار کر رہی ہیں۔ آپ کا بیٹا کہیں سمندر پار نہیں گیا۔ اگر آج نہیں آئے گا تو کل آجائے گا۔ کم از کم۔ فرماتی ہیں کہ جب میں اس واقعہ کو یاد کرتی ہوں تو ایک ندامت سی محسوس کرتی ہوں کہ میں نے کیوں ایسا کہا لیکن یہ فقرہ بے اختیاری میں میرے منہ سے نکل گیا۔

انگلستان میں خاکسار کے قیام کا عرصہ والدہ صاحبہ کے لئے بہت ہی پریشانی کا زمانہ تھا۔ خاکسار تو اتنا ہی کر سکتا تھا کہ ہر حالت میں باقاعدہ خط لکھتا رہتا۔ چنانچہ اس میں خاکسار نے اس تمام عرصہ میں ناغہ نہیں ہونے دیا۔

انگلستان جاتے وقت خاکسار کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ وہاں پہنچ کر جب طبیعت میں جدائی کا احساس پیدا ہوا اور والدین کی شفقت کا حقیقی اندازہ ہونے لگا تو خاکسار کے دل میں بھی اپنے والدین کے لئے ایک نئی محبت پیدا ہو گئی۔ اور متواتر ترقی کرتی گئی۔ چنانچہ ایک موقعہ پر خاکسار نے والدہ صاحبہ کی خدمت میں خصوصیت سے ایک عہد کے طور پر لکھا کہ میں اپنے دل میں آپ کے لئے محبت کا ایک بحرِ بے پایاں اپنے ساتھ لاؤں گا اور یہ جذبہ بڑھتا چلا جائے گا۔ اور اس میں (اللہ نے چاہا تو) کبھی بھی کمی نہیں آئے گی۔ اس عہد کے اظہار کے بعد اللہ تعالیٰ نے والدہ صاحبہ کو ۲۵ برس اور زندگی عطا فرمائی اور خاکسار کو اپنے رحم سے اس عہد کے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ (سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے)۔

اب جب کہ وہ اپنے مولا کے حضور چلی گئی ہیں اور ہمارے درمیان ظاہری اور عارضی جدائی ہو گئی ہے میرے دل کی تو وہی کیفیت ہے بلکہ محبت اور حسرت نے مل کر ایک نئی عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے ان کے احساسات کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

مارچ ۱۹۱۴ء میں جب خاکسار ابھی انگلستان میں تھا۔ حضرت امام جماعت الاوّل (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) کا وصال ہو گیا۔ والد صاحب نے خاکسار کو لکھا کہ حضور کی وفات پر جماعت میں یوں اختلاف ہو گیا ہے یہ ایمان کا معاملہ ہے۔ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تمہیں کیا کرنا چاہیئے۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ جو کچھ کرو غور اور فکر کے بعد کرنا۔ جلدی نہ کرنا۔ اور والدہ صاحبہ نے خاکسار کو یہ لکھوایا کہ جماعت میں طوفان برپا ہو گیا ہے میں نے حضرت امام جماعت الثانی کی بیعت کر لی ہے اور تمہارے بھائیوں اور بہن کی طرف سے بھی بیعت کا خط لکھوا دیا ہے۔ تمہیں نصیحت کرتی ہوں کہ اگر ابھی تم نے بیعت کا خط نہیں لکھا تو اب فوراً لکھ دو۔ تاخیر ہرگز نہ کرنا۔

قاضی محمد اسلم

موجودہ رجحانات

ہمارے زمانے کے رجحانات تو خالص فلسفیانہ ہیں ان کا چرچا فلسفہ کے استادوں میں یونیورسٹیوں میں اور علمی جرائد میں ہوتا ہے۔ ان کے متعلق جو لوگ لکھتے لکھاتے ہیں ان کی زبان بڑی ادق اور اصطلاحات سے بھری ہوتی ہے۔ ان بحثوں کا اثر عام طبائع پر نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ فلسفہ کے پروفیسر حلقوں میں اسے اہمیت حاصل ہو تو ہو عام لوگ ان سے متاثر نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کیونکہ ان رجحانات کا مآل اور نتیجہ بھی مذہب کے حق میں اچھا نہیں کیونکہ ان کے ماتحت یقینی علم کی تاریخ اتنی بے ہنگم ہونے لگی ہے کہ قریباً ہر چیز کے متعلق یقینی علم کا دعویٰ غلط ہو گیا ہے کجا ہم یہ کہہ سکیں کہ ہمیں علم ہے کہ خدا ہے یا آخرت کوئی شے ہے اس ابہام سے بعض فلسفی حلقے خود بے زار معلوم ہوتے ہیں اور وہ اب اس کا فلسفیانہ جواب تیار کرنے لگے ہیں۔ فکر کی اس شاخ کا عام طبائع پر کوئی اثر نہیں ہے۔

ایک اندازِ فکر اور ہے جس کا اثر عام طبائع پر ہے۔ یہ شاخ عالمی جنگوں کے بعد نمودار ہوئی ہے۔ ان جنگوں سے پیدا شدہ افسردگی اور احساس ناکامی اور خوف جس سے یہ طرزِ فکر پیدا ہوا ہے۔ یہ طرز فکر یورپ اور امریکہ میں خوب پھیل چکا ہے۔ اس کے سربراہ زمانے کے موڈ کو خوب پہچانتے ہیں۔ کامیاب ادیب اور شاعر طبعی اور ناقابل اصلاح واردات کو خوب زور دار الفاظ اور استعارات کی شکل میں اتار دیتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح یہ لوگ بھی زمانے کے تفکرات اور احساسات کو بڑی کامیابی سے بیان کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا چرچا بہت ہے اور بہت لوگ ان کی کتابیں پڑھتے ہیں اور پڑھ کر ان کی تعریف کرتے ہیں۔ نتیجہ کچھ بھی ہو۔ لیکن چرچا ضرور ہے۔ ادیبوں اور شاعروں کے کلام سے ضروری نہیں ہوتا کہ نتیجہ نکلے لیکن پڑھنے اور سننے والے سر ضرور دھنتے ہیں۔ اس طرزِ فکر کے آثار بعض یوروپین ممالک میں علی الخصوص فرانس اور جرمنی میں خوب ظاہر ہوئے ہیں۔ اور یہی وہ علاقے ہیں۔ جہاں جنگوں کی تباہ کاریاں نہایت بھیانک صورت میں ظہور میں آئیں۔ انگلستان اور امریکہ میں نسبتاً کم ہمارے اپنے ملک میں بہت ہیں۔ جو ان کا لٹریچر پڑھتے رہتے ہیں اور اب تو انہیں فلسفہ کے درس میں بھی شامل کر لیا گیا۔ کچھ بات شاعری سے بڑھ کر بھی اس حلقہ میں ہے کیونکہ امن عالم کے متعلق کوشش کرنے والوں کو ان سے بہت تقویت حاصل ہوئی ہے اس طرزِ فکر کے ایک سربراہ نے الجزائر کی تحریک آزادی کی تائید کی ہے۔ اہل فکر کا یہ طبقہ یونیورسٹیوں کے پیشہ ور فلسفیوں سے زیادہ توجہ کا مستحق ہے۔

ایک فکری رجحان وہ ہے جو کمیونزم کے بموجب کارل مارکس کا مرہون منت ہے۔ اس رجحان کا امتیاز یہ ہے کہ اس نے یونیورسٹیوں کے پروفیسروں کو ہی متاثر نہیں کیا۔ بلکہ عوام کو ادیبوں کو اور سیاسی مدبروں کو بھی متاثر کیا ہے اور بعض طبائع تو اس درجہ ان سے متاثر ہوئی ہیں۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا دنیا میں ایک نیا مذہب نہیں تو ایک نیا نظریہ ضرور پیدا ہو گیا ہے۔ اس نظریے کے پیچھے جو سیاسی طاقت ہے اس کا ٹکراؤ مذہب سے ہے تاریخی مذاہب کے اثاثی اور بنیادی عقائد سے ہے۔ خود یہ نظریہ اس بارے میں خاموش نہیں۔ نہیں اہل نظر اس بارے میں خاموش ایک طرز فکر ہے جو زیادہ تر سائنسی تحقیقات اور سائنسی علوم کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مادی ترقیات ـــ نیز سیاسی طرز فکر سے زیادہ متاثر ہوا ہے اگرچہ مذہب سے بھی متاثر ہے۔ مذہب کے متعلق اسے اتنا اعتراف ہے کہ اخلاق یعنی بے نفسی دوسروں کے لئے قربانی وغیرہ کی عملی ترجمانی اہل مذہب ہی کرتے رہیں (۱) اور شائد آئندہ بھی وہی کرتے رہیں لیکن مذہب کے مخصوص عقائد وجود باری حیات آخرت وغیرہ کو وہ نہیں مانتے

باقی ص۵ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری

محترم میاں محمدؐ یامین صاحب تاجر کتب

محترم میاں محمد یامین صاحب تاجر کتب جماعت کے تمام حلقوں میں ایک معروف شخصیت ہیں۔ احمدیت کو قبول کرنے کے بعد آپ نے اس بات کا خاص اہتمام فرمایا کہ سلسلہ کا لٹریچر اپنے طور پر زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے۔ قادیان میں آپ کی دکان عین بازار میں تھی۔ آپ کی تواضع و خاکساری نیز خوش خلقی و علم دوستی کا نتیجہ تھا کہ سلسلہ کے بعض بزرگ بالالتزام آپ کی دکان پر تشریف رکھتے تھے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب اس بارے میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ بھائی محمد یامین صاحب دعوت الی اللہ کے جذبہ سے سرشار تھے آپ نے بعض چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ خود مرتب کئے اور انہیں ہزاروں کی تعداد میں ملک بھر میں پھیلایا۔ اسی طرح متعدد بزرگوں اور اہل علم سے کتب اور رسالے لکھوا کر شائع کرتے رہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ اور آپ کے جانشینوں کی کتابوں سے اقتباس لے کر بکثرت شائع کرتے تھے۔ زندگی بھر ہر سال "احمدیہ جنتری" کی اشاعت ان کا معمول تھا۔ اس جنتری میں صرف تاریخوں اور مہینوں کا ہی اندراج نہ ہوتا تھا۔ بلکہ دین کی فضیلت پر موثر مقالے بھی ہوتے تھے۔ اختلافی مسائل پر بھی دلچسپ اور سیر حاصل مضمون ہوتے تھے۔ اعتراضات کے جواب بھی ہوتے تھے اور بعض لطائف و ظرائف بھی درج کئے جاتے تھے۔ الغرض یہ جنتری معلومات کا ایک مرقع ہوتی تھی ہر طبقے کے لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے تھے۔ اس کی بکثرت اشاعت ہوتی تھی اور وہ بڑے ہی شوق سے اس کا اہتمام کرتے تھے۔ قادیان کے بعد ربوہ میں آپ کی بازار میں باقاعدہ دکان نہ تھی۔ مگر اشاعت کا شوق بدستور کارفرما تھا۔ اور چھوٹے ٹریکٹ اور بعض کتابیں برابر شائع کرتے رہے۔ خود گاہکوں تک پہنچ جاتے اور مختلف مکتبوں پر اپنی کتابیں اور ٹریکٹ رکھ دیتے جو فروخت ہوتے رہتے۔ مالی حالت بہت کمزور تھی۔ متوکل قسم کے آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ کا بھی ان سے خاص سلوک تھا۔ رزق حلال کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ دعاؤں پر بہت یقین رکھتے تھے۔ میں ان کو شروع سے جانتا ہوں۔ ان کی سادگی اور دینداری کی وجہ سے مجھے بھی ان سے بہت محبت تھی۔ میرے تجربہ میں حضرت بھائی محمد یامین صاحب ان لوگوں میں سے تھے جن کے لئے سچا اور ایماندار تاجر کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ چند ماہ سے بیمار تھے اور محسوس کر رہے تھے کہ میرا سفر آخرت بالکل قریب ہے۔ اس کا بعض مرتبہ اظہار بھی فرماتے تھے۔ مکتبہ الفرقان سے ان کا خرید و فروخت کا تعلق تھا۔ معاملہ کے نہایت صاف تھے۔ اپنی کتب برائے فروخت مکتبہ میں رکھوا دیا کرتے تھے۔ لین دین میں بڑے اچھے تھے۔ چونکہ طبیعت دعوت الی اللہ کے رنگ سے رنگین تھی اس لئے ہمیشہ ایسی کتابوں کی اشاعت کو ترجیح دیتے تھے۔ جن سے دعوت الی اللہ کا فریضہ بھی ادا ہوتا رہے درثمین۔ کلام محمود اور ادعیۃ الفرقان ادعیۃ الرسول اور حضرت بانیٔ سلسلہ کی دعاؤں کی اشاعت کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ زبانی دعوت الی اللہ کا بھی بہت شوق تھا۔

نظام جماعت کا بہت احترام کرتے تھے۔

دنیا دار المقام نہیں۔ ہم سب نے بھی یہاں سے جانا ہے۔ بھائی محمد یامین صاحب اپنے فرائض اپنی طاقت کے موافق تقویٰ اور پرہیزگاری سے ادا کر کے اپنے مولیٰ سے جا ملے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضلوں اور رحمتوں سے نوازے اور ان کی اولاد پر بھی کرم کی نظر فرمائے۔

بقیہ: ص۴ سے آگے

الخصوص انہیں اس بات کا انکار ہے کہ خدا تعالیٰ انسانوں سے کلام کرتا ہے۔ اس طرز فکر کا بھی ٹکراؤ مذہب سے ہے کیونکہ اس کے نزدیک ہماری سب کوشش اس دنیوی زندگی کو خوش حال اور کامیاب بنانے کے لئے وقف ہونی چاہیئے۔ امن قائم ہو سائنس ترقی کرے علوم و فنون ترقی کریں۔ آخر زندگی سے سروکار نہیں اس طرز فکر کو اخلاق کی درستی کا بھی خیال ہے اسے تسلیم ہے کہ اس سلسلہ میں مذہب نے بنی نوع انسان کی بہت خدمت کی ہے۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے اخلاق اور ان کی اخلاقی تاثیروں کو لے لینا چاہیئے۔ ان کی مذہبی تعلیم کی ہمیں ضرورت نہیں (محترم قاضی صاحب نے یہ بات جنوری ۱۹۶۶ء کے جلسہ سالانہ میں فرمائی تھی)

محمد احمد خان ۔ ایم فل

توانائی کی مادّہ میں تبدیلی

حرارت کی مقدار جو ہمارے دریا چناب میں ایک دن میں سورج سے آکر گرتی ہے وہ جلتی ہوئی موم بتی کے شعلے کی حرارت سے کہیں زیادہ ہے مگر آپ غور کریں کہ ایک انڈہ کو جتنے بھی لمبا عرصہ کے لئے دریا میں رکھیں وہ کبھی ابلے گا نہیں۔ لیکن یہ کام چند منٹوں میں ایک موم بتی کے شعلے سے کر سکتے ہیں۔ کیوں؟

حرارت کی بہت بڑی مقدار جو سورج سے دریا پر پڑتی ہے وہ دریا کے پانی میں جذب ہو جاتی ہے اور پتلی DILUTE ہو جاتی ہے۔ لیکن موم بتی کے معاملہ میں مسئلہ الگ ہے اگرچہ جلتی موم بتی میں پیدا ہونے والی حرارت کی مقدار کم ہوتی ہے۔ لیکن حرارت کی مقدار جو چھوٹی سی جگہ میں واقع ہوتی ہے بہت زیادہ ہوتی ہے یا یوں کہیے یہ حرارت ایک جگہ مرتکز CONCENTRATED ہوتی ہے۔

اس ارتکاز CONCENTRATION حرارت کی وجہ سے درجہ حرارت میں فوری تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور انڈہ پک جاتا ہے۔ اگرچہ مکمل طور پر تو انڈہ نہیں پک سکتا لیکن دریا کے پانی میں تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

مزید مثالوں سے یوں واضح کرتا ہوں!

ایک چاقو چھری تیز کرنے والا جب وہ چاقو وغیرہ تیز کر رہا ہوتا ہے تو چاقو کی دھات کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے تیز کرنے والے پہیئے کے ساتھ مس ہونے کے ساتھ چھوٹے چھوٹے شعلوں SPARKS کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ یہ شعلے بہت تھوڑے وقت کے لئے روشن ہوتے ہیں لیکن کیا آپ کو معلوم ہے اس کا درجہ حرارت کیا ہوتا ہے یہ ۱۰۰۰ درجہ سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔ اس درجہ حرارت پر تو تمام ہی چیزیں روشنی پیدا کرتی ہیں۔ یہ روشنی کیوں پیدا ہوتی ہے۔ اسلئے کہ شعلے میں حرارت کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے بلکہ اس لئے کہ یہ حرارت ایک جگہ مرتکز ہوتی ہے۔ تاہم ہماری زندگی میں بھی ارتکاز کا خاصہ عمل دخل ہے۔ مثلاً

اگر ایک کھانے کی میز پر بیس آدمیوں کو بٹھایا جائے ان ہی کو ایک مربع کلومیٹر کی جگہ دی جائے تو معاملہ دونوں دفعہ مختلف ہوگا۔

اگر چاقو چھری تیز کرنے والے کے کیس میں شعلے سے نکلنے والی حرارت کو ایک چھوٹے بلکہ بہت ہی چھوٹے VOLUME (ایک ایٹم سے چھوٹے) حجم میں جمع کر لیا جائے۔ تو ارتکاز کے بڑھ جانے پر اس کائنات پر بہت بڑا کوئی واقعہ پیش آسکتا ہے؟ نہیں نہیں گھبرائیں نہیں۔ خدا کی قدرت دیکھیں جب ایٹم سے بھی چھوٹی جگہ پر یہ سپارک جمع ہو کر حرارت کے ارتکاز کو بہت ہی بڑا کرتے ہیں تو بہت ہی عجیب بہت ہی ناقابل یقین بلکہ طلسمی بات واقع ہوتی ہے کہ شعلے کی تمام توانائی فوراً مادہ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ توانائی مادہ میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ جی ہاں یہ نظریہ جس کو اوپر بیان کیا ہے کئی تجربات سے صحیح ثابت ہو چکا ہے۔ تاہم مادہ کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ CONCENTRATED FORM OF ENERGY IS MATTER توانائی کی ٹھوس حالت کو مادہ کہتے ہیں۔ عام زندگی میں توانائی کا مادہ میں تبدیل ہونے کا مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی یہ وجوہات ہیں۔

۱۔ عام حالت میں توانائی بہت کم ہوتی ہے کہ وہ مادہ میں تبدیل نہیں ہو سکتی۔

۲۔ اگر کبھی اتنی مرتکز توانائی کوئی مادہ پیدا کر بھی لے تو وہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ عام آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔

۳۔ یہ پیدا شدہ ذرات بہت ہی تھوڑے عرصہ تک اپنی ماہیت قائم رکھ سکتے ہیں۔ تاہم نظر آنے والا مادہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ تقریباً تمام ہی ذرات فوری طور پر واپس توانائی میں جذب ہو جاتے ہیں یا مزید توڑ پھوڑ کر کے کئی اور ذرات پیدا کرتے ہیں۔ یہ توڑ پھوڑ کا سلسلہ چلتا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ آخر پر مستحکم ذرات ہی باقی رہ جاتے ہیں۔

یہ مستحکم ذرات ہی مادہ پیدا کرتے ہیں۔

تمام چیزیں جن کو ہم مادہ کہتے ہیں مثلاً معدنیات، سبزیاں، پھل اور زندہ چیزیں تمام کی تمام ان قائم رہنے والے ذرات سے ہی بنی ہیں۔ دراصل صرف تین ہی ذرات الیکٹران، پروٹان اور نیوٹران کی ہی ضرورت ہوتی ہے جن سے دنیا کی تمام اشیاء پیدا ہوئیں۔ مختلف طرز

باقی ص۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فرید احمد تبسم — مربی سلسلہ

چیونٹی کی کہانی اسکی زبانی

میں خدا کی ایک ننھی سی مخلوق ہوں۔ ہم اکٹھی مل جل کر اتحاد سے رہتی ہیں۔ دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں کہ جہاں ہم نہ پائی جاتی ہوں گرم ممالک میں آپ کثرت سے ہمیں دیکھ سکتے ہیں میری نسل کی اقسام پانچ ہزار سے بھی زائد معلوم کی جا چکی ہیں۔ جسامت کے لحاظ سے ہماری بعض بہنیں تو بہت چھوٹی ہیں اور بعض انسانی انگلی کے ایک پوٹے کے برابر موٹی۔ ہم سرخ، سیاہ، بھوری، زرد، سفید کئی رنگوں کی ہوتی ہیں۔

خود پسندی ہماری ایک اہم صفت ہے ہم میں سے ہر کوئی اپنا گھر بنا کر رہتی ہے۔ دوسروں کے بنائے ہوئے گھروں میں رہنا ہمیں بالکل پسند نہیں۔ ہم اپنے رہنے کے لئے جو گھر بناتی ہیں وہ ملکی آب و ہوا کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ ہم میں سے بعض بڑے بڑے پتھروں کے نیچے بل بنا لیتی ہیں۔ بعض درختوں کی ٹہنیوں میں۔ بعض ایسی بھی ہیں جو کئی فٹ اونچے ٹیلے بناتی ہیں اور ہم میں سے بعض لکڑی کے ٹکڑے۔ پتے وغیرہ اکٹھے کر کے ان میں رہتی ہیں مگر زیادہ تر ہم میں سے زمین میں سوراخ بنا کر رہتی ہیں۔

ہمارے گھروں میں رہنے سہنے کیلئے بہت کشادہ جگہ ہوتی ہے۔ ان میں بہت سے کمرے اور بالاخانے ہوتے ہیں۔ بعض کمرے ہم نے ایسے بنائے ہوتے ہیں جن میں ہم اپنے انڈے بچے رکھتی ہیں۔ ہمارا گھر ستونوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ ستون ہمارے گھروں کی عمر کو زیادہ کرتے ہیں۔

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ہمارے آباد کردہ شہر آپ انسانوں کے بعض محلوں سے بڑے ہوتے ہیں۔ ہماری زیر زمین آبادیاں دُور دُور تک پھیلی ہوتی ہیں۔

آپ صاحبوں میں سے ایک صاحب کا کہنا ہے کہ چیونٹیوں کے ایک ایسے بل کا پتہ لگایا گیا ہے کہ جس کا ایک سرا ایک دریا کے کنارے پر تھا اور دوسرا دوسرے کنارے پر تھا"

اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے گھر کتنے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ ہم گھر بنانے کے لئے صرف مٹی پر ہی اکتفا نہیں کرتیں بلکہ آس پاس کی چیزیں مثلاً ریت، کنکر، بھوسہ لکڑی اور کانٹوں سے بھی کام لیتی ہیں۔ ہمارے بالائی جبڑے ہاتھ اور اوزار کا مشترک کام کرتے ہیں۔ ہم انہیں کی مدد سے زمین کو کھودتی ہیں اور گھر تعمیر کرتی ہیں۔ ہم اگلی ٹانگوں کی مدد سے مٹی کو کھرچتی ہیں۔ ریت کی گولیاں بناتی ہیں اور مٹی کو کچلتی ہیں۔ ہمارا تھوک سیمنٹ کا کام کرتا ہے۔

ہم میں سے بھورے رنگ والی چیونٹیاں بہت ذہین ہوتی ہیں۔ وہ اپنا گھر بنانے میں غضب کا کام کرتی ہیں۔ ان کے بل کئی منزلوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ "کوہ الگنی" نامی مقام پر انہی چیونٹیوں کے بل پائے گئے ہیں جو ٹیلوں پر مشتمل تھے اور تیس تیس چالیس چالیس ایکڑ زمین میں پھیلے ہوئے تھے۔

ان بھوری چیونٹیوں کی ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ گیلی مٹی، سوکھے سڑے پتے اور لکڑی کے ٹکڑوں سے گھر تعمیر کرتی ہیں۔ اس مسالحے سے وہ چھوٹی چھوٹی اینٹیں بناتی ہیں اور ان سے اپنے گھر، ستون، اور چبوترے تیار کرتی ہیں۔ ان کے گھر دو، دو فٹ بلند اور چالیس چالیس گز لمبے ہوتے ہیں۔

انسانوں کی طرح ہم اپنے چلنے پھرنے کے لئے سڑکیں بناتی ہیں۔

آپ یہ مت خیال کریں کہ وہ راستے شاید ہمارے چلنے کی وجہ سے بن جاتے ہوں گے بلکہ ہم سپیشل محنت سے پہلے سڑکیں تیار کرتی ہیں اور پھر سہولت کے ساتھ کام کرتی ہیں ہم کو جب دشمن کیڑوں کے حملے کا خطرہ ہو تو ہم اپنی سڑکوں کے دونوں اطراف خندقیں بھی کھود لیتی ہیں تاکہ دشمن کے حملہ کی زد سے ہم محفوظ رہیں۔

اگر آپ ہمارے راستہ میں کوئی چیز پھینک دیں تو پہلے تمام کام چھوڑ کر اس روک کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اگر روک دُور نہ ہو سکے تو پھر دوسرا راستہ اختیار کر لیتی ہیں۔ اگر آپ اس بات کو آزمانا چاہتے ہوں تو آزما سکتے ہیں۔ ہماری صداقت ہماری جفاکشی سے ثابت ہو جائے گی

ہماری انسانوں کی طرح منظم تنظیمیں ہیں شاید انسان اپنی تنظیم کے حقوق ادا کرنے میں سستی و کوتاہی سے کام لیتا ہو مگر ہم اس فرض کو بخوبی احسن انجام دیتی ہیں۔ ہمارے کام کی نوعیت کے لحاظ سے دو گروپ ہوتے ہیں

(۱) کام کرنے والی چیونٹیاں

(۱۱) رانی چیونٹیاں

رانی چیونٹیاں انڈے بچے دیتی ہیں جبکہ کام کرنے والی چیونٹیاں کھانے پینے کا سامان لاتی ہیں۔ انڈوں، بچوں کو پالتی ہیں۔ گھر اور سڑکیں تیار کرتی ہیں۔ بل کے دروازہ پر پہرہ دیتی ہیں۔ دوسری چیونٹیوں کی مدد کو جاتی ہیں۔ اور اگر لڑائی کا موقعہ آئے تو سپاہیوں کے فرائض بھی سر انجام دیتی ہیں۔ ہماری خاص خوراک چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے اور اناج ہے۔ سویٹ ڈش کے طور پر شہد۔ شیریں پھل اور ہر میٹھی چیز پسند ہے اس لئے جب کبھی ہم ان چیزوں کی طرف آئیں تو ہمیں روکا مت کریں کیونکہ ہم بھی خدا کی مخلوق ہیں اور آپ کو جو کچھ خدا نے عنایت فرمایا ہے آخر اس میں سے ہمارا بھی کچھ حق ہے۔

ہماری قوت شامہ بہت تیز ہوتی ہے ہم سونگھ کر ہی اپنے انڈے بچوں اپنے عزیز و اقارب۔ اپنی نسل کی چیونٹیوں اور اپنے بلوں کو پہچانتی ہیں۔ آپ کی اشیاء خوردنی تک ہماری قوت شامہ ہی پہنچنے میں مدد کرتی ہے اگر ہم میں سے ایک نے دوسری سے ملاقات کرنی ہو تو یہ سونگھنے کی قوت ہماری مدد کرتی ہے اسی کی مدد سے ہم دُور دُور پھر کر اپنے بل کو واپس آجاتی ہیں۔ اسی کی مدد سے ہم پھر اسی جگہ جا پہنچتی ہیں۔ جہاں ایک دفعہ ہو آتی ہیں۔ اس سے آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ ہمارا حافظہ بھی کتنا تیز ہوتا ہے شہد کی مکھی کی طرح ہمیں کچھ سنائی نہیں دیتا البتہ ہم آپس میں نامہ و پیام کرتی ہیں۔ اگر ہم آپس میں بات چیت نہ کر سکتی تو ہمارا آپس میں مل جل کر رہنا قطعی ناممکن ہوتا۔ نہ ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکتیں، نہ دکھ درد میں کام آسکتیں اور نہ ہمارے بلوں میں ایسی اعلیٰ صفائی کا انتظام ہوتا ہم اپنے سینگوں کے ذریعہ سے بات چیت کرتی ہیں۔

ہماری ایک سب سے اہم خوبی جو آپ حضرات روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں وہ "محنت شاقہ" ہے۔ جتنی محنت ہم کرتی ہیں اگر ہر انسان اتنی محنت کرنی شروع کر دے تو وہ عظمت کے بلند میناروں پر کھڑا ہو سکتا ہے معاشرے سے بے روزگاری کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور اسی طرح انسانیت کے عظیم مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ہمارے اندر اتنی طاقت ہے کہ ہم اپنے وزن سے تیس گنا زیادہ وزن اٹھانے کی اہلیت رکھتی ہیں۔ اس کیلئے روزمرہ زندگی میں اپنی جسامت سے زیادہ اٹھاتے ہوئے وزن سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ واقعی ہم میں زیادہ وزن اٹھانے کی صلاحیت موجود ہے ہماری عقلمندی کا انسان اعتراف کرتے ہیں۔ مثلاً لارڈ ایوبری جنہوں نے دس سال تک بھڑوں، شہد کی مکھیوں اور ہماری عادات و خصائل کا بڑی محنت سے مطالعہ کیا ہے کہتے ہیں۔

"یوں تو صورت شکل میں بندروں کی بعض اقسام انسان سے دیگر جانداروں کی بہ نسبت زیادہ ملتی جلتی ہیں۔ مگر جب ہم چیونٹیوں کے عادات و خصائل۔ ان کی بڑی بڑی قسموں، ان کے خوشنما گھروں ان کی سڑکوں اور خندقوں کا خیال کرتے ہیں تو ہم یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ عقلمندی میں انسان کے بعد انہی کا درجہ ہے۔"

اسی طرح جرمنی کے مشہور وزیراعظم اور مدبر پرنس بسمارک نے ایک دفعہ ہمارے بارہ میں کہا تھا کہ

"اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ میں کس شکل میں عمر بسر کرنا چاہتا ہوں تو میں چیونٹی بننا پسند کروں گا"۔

اس کا سبب پوچھا گیا تو جواب دیا گیا کہ

"چیونٹی نہایت مکمل سیاسی تنظیم سے زندگی بسر کرتی ہے اور اس نے اپنے لئے ایسی دنیا تعمیر کر رکھی ہے جہاں نظم و ضبط ترتیب، امن و امان، فارغ البالی اور خوش حالی کا دور دورہ ہے"۔

اس سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہماری اہمیت آپ کی نظروں میں کتنی ہے!

بقیہ: ص۱ سے آگے

کہ معاشرتی گناہ بھی جن کو ہم قانون شکنی کہتے ہیں وہ بھی زور مارنے لگتے ہیں اور رفتہ رفتہ تمام سوسائٹی انارکی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

پس جماعت احمدیہ کو ان بنیادی حقیقتوں کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیئے خواہ کوئی کتنی تلقین کرے سچائی کی، عبادتوں کی، نیکی اختیار کرنے کی، بنی نوع انسان سے ہمدردی کرنے کی، بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرنے کی، کیسی کیسی اچھی نصیحتیں کیوں نہ کرے جب تک سننے والے کو یہ یقین نہ ہو کہ میرا ایک خدا ہے اور مرنے کے بعد میں نے اس کے حضور پیش ہونا ہے اس وقت تک یہ نصیحتیں اثر نہیں دکھا سکتیں یا دکھاتی ہیں تو ایک عارضی سا اثر دکھاتی ہیں۔ پس اس بنیادی حقیقت کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ راکتوبر ۱۹۹۰ء)

درخواست دعا

○ مکرم میر مبشر احمد صاحب دارالنصر شرقی ربوہ کی والدہ بعارضہ ہارٹ اٹیک بیمار ہیں اور فضل عمر ہسپتال میں داخل ہیں۔ احباب ان کی کامل شفایابی کے لئے دعا کریں۔

بازیافتہ بالی

ایک عدد سونے کی بالی ۲۸ فروری بروز جمعہ اقصیٰ چوک میں سے ملی ہے جس صاحب کی ہو نشانی بتا کر حاصل کر لیں۔

عبدالنور ناصر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصایا

ضروری نوٹ:۔

مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز کی منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جارہی ہیں کہ اگر کسی شخص کو ان وصایا میں سے کسی کے متعلق یا کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو پندرہ یوم کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

سیکرٹری
مجلس کارپرداز۔ ربوہ

مسل نمبر ۲۸۳۵۶ میں صبیحہ بیگم بیوہ ملک ممتاز احمد صاحب ایم اے قوم اعوان پیشہ خانہ داری عمر ۵۷ سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک ۵۰ خاص ضلع سرگودھا۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹-۸-۹۱ میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔ ترکہ والد (۱) زرعی زمین چاہ اسلام والا برقبہ ۳ ۱/۲ کنال مالیتی ۸۴،۰۰۰/- روپے۔ (۲) زرعی زمین شاہ والا برقبہ ایک کنال مالیتی ۸،۰۰۰/-۔ (۳) زرعی زمین واقع چھب علی پور برقبہ ۲۰ کنال مالیتی ۴۰،۰۰۰/- روپے۔ (۴) زرعی زمین واقع چاہ سید والا چک برقبہ ۲۴ کنال مالیتی ۱۵،۰۰۰/- روپے۔ اس ترکہ کے وارث والدہ صاحبہ دو بھائی دو بہنیں ہیں II ترکہ خاوند (۱) زرعی زمین واقع چاہ اسلام والا ۸-۸ کنال مالیتی ۱،۶۰،۰۰۰/- روپے ۲۔ ترکہ چاہ شاہ والا ۲ کنال مالیتی ۱۶۰۰۰/- روپے۔ ۳۔ زرعی زمین واقع چھب علی پور ۸ کنال مالیتی ۴۰،۰۰۰/- روپے اسمیں میرا حصہ ۱/۸ ہے۔ اسوقت مجھے مبلغ ۸۳۵/- روپے ماہوار بصورت پنشن خاوند مل رہے ہیں اور مبلغ ۱۲۰۰/- روپے سالانہ آمد از جائیداد بالا ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ۱/۱۰ حصہ داخل صدر انجمن احمدیہ کرتی رہوں گی اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنی جائیداد کی آمد پر حصہ آمد بشرح چندہ عام تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ کو

باقی ص۸ پر

بقیہ: ص۱ سے آگے

علالت کے بعد بعمر ۶۷ سال وفات پاگئیں۔ آپ مکرم قریشی نورالحق صاحب تنویر استاذ جامعہ احمدیہ کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ بفضلہ تعالیٰ موصیہ تھیں۔ اسی روز بعد نماز مغرب بیت المبارک میں مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے نماز جنازہ پڑھائی جس کے بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ تدفین کے بعد مکرم مولانا جلال الدین صاحب قمر نے دعا کروائی۔ موصوفہ کے چھوٹے بیٹے مکرم قریشی کلیم احمد صاحب بطور واقف زندگی تحریک جدید کمپیوٹر سیکشن میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ دوسرے لڑکے نعیم احمد صاحب قریشی ربڑ سٹیمپ میکر گولبازار ربوہ ہیں۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ موصوفہ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔

بقیہ: ص۳ سے آگے

ارتعاش اپنے اندر محسوس کیا۔ ایسا کہ اس سے پہلے کبھی میرے تجربے میں نہ آیا تھا۔ میری آنکھوں سے اس وقت چھم چھم آنسو بہنے لگے، ایسے کہ تھمنے میں نہ آتے تھے عین اس وقت مجھے اپنی آنکھوں کے بند پپوٹوں اور اپنے ہاتھوں کی انگلیوں تیں سے قبر کی اوپر والی مٹی کے اوپر تھالی کی مانند ایک گول سا نشان نظر آیا جیسے وہ جگہ گیلی ہوگئی ہو۔ آپ اسے خواب کہہ لیں یا نظارہ۔ مگر میرے لئے یہ بالکل اسی طرح ایک حقیقت تھی جیسے یہ کاغذ کا ورق جس کے اوپر میرا قلم جنبش کر رہا ہے پھر یوں نظر آیا جیسے تھالی کے برابر وہ گیلی جگہ اندر دھنس رہی ہو اور اس کے ساتھ ہی اندر سے پانی نکلتا نظر آیا۔ پہلے کچھ گدلا سا پانی اور چند لمحوں بعد صاف و شفاف، شیریں اور ٹھنڈا پانی یوں معلوم ہوتا تھا جیسے چشمہ غیبی میں سے نکلنے والے پانی کی یہ دھار انسانی دل کی دھڑکن کے ساتھ پھدک پھدک کر باہر آ رہی ہو۔

میں نے اس لمحہ کیا محسوس کیا اس کا بیان کرنا میری قوتِ بیان سے باہر ہے۔ میرے تمام وجود ہستی میں ایک ہیجان ایک ارتعاش اور ایک سرور کی کیفیت پیدا ہوئی اور ادھر میرے آنسوؤں کی لڑی تھی کہ تھمنے میں نہ آتی تھی اس وقت مجھے ایک یقینی علم کے ساتھ محسوس ہوا۔ ایک یقینی علم کے ساتھ محسوس ہوا کہ اس مقام پر ایک بے پناہ قوت ایک عظیم توانائی کے سرچشمہ کی نہ ختم ہونے والی دھاریں پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہیں۔ ایک ایسی توانائی جس میں کوئی ہلاکت آفرینی یا تشدد نہیں ہے بلکہ محبت اور شفقت کی ایک ایسی حیات آفرین طاقت ہے جو ایک ماں کے سینے سے نکل کر آ رہی ہو۔ ہاں وہی محبت و شفقت جو خالقِ حقیقی نے خود اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت کر رکھی ہو۔

تب ساتھ ہی مجھ پر یہ حقیقت کھلی کہ اس بے پناہ قوتِ عملیہ کا سرچشمہ کہاں ہے جو احمدیت سے وابستہ لاکھوں انسانوں کی روحانی زندگی کی تشکیل کر رہا ہے۔ وہ جو (دین حق) پر سچا ایمان رکھتے ہوئے اسے صرف ایک معاشرتی ضرورت کے طور پر نہیں بلکہ زندگی کے ایک بنیادی تقاضے کے طور پر تسلیم کرتے ہیں اور اسے ایک فریضہ اور مقصدِ حیات سمجھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے قرب کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

مجھ سے مت پوچھئے کہ میں نے ان واقعات کی کیا تعبیر کی ہے کیونکہ وہ غیبی چشمہ مجھے سوائے اس قبر کے اور کہیں نظر نہ آیا۔ میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ جب بھی میں اس کا تصور کرتا ہوں۔ آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آتی ہیں۔ میں اپنے اندر ایک سکون، ایک قلبی راحت اور ایک سرور محسوس کرنے لگتا ہوں۔ مجھے اس سے زیادہ اور کچھ بھی معلوم نہیں اور نہ ہی میں اس سے زیادہ کچھ معلوم کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ اس زندگی میں بہرحال نہیں ہرگز نہیں!!

بقیہ: ص۵ سے آگے

سے ان ذرات کو اکٹھا کرنے پر مختلف اشیاء معرض وجود میں آتی ہیں۔ یوں سمجھیں کہ مورس کوڈ جو پیغام رسانی میں کام آتا ہے اس میں مختلف بنیادی اشاروں نقطہ، ڈیش، خالی جگہ وغیرہ کو باہم جوڑ کر پیغام ارسال کیا جاتا ہے۔ یہ ذرات جن سے ہمارے جسم بنے ہوئے ہیں۔ بہت ہی پرانے ہیں۔ یہ تقریباً ۱۵ ارب سال پرانے ہیں۔ جب یہ کائنات معرض وجود میں آئی۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ سب کچھ اس وقت رونما ہوا جب یکایک بے پناہ توانائی کے ڈھیر میں کروڑوں کروڑ ذرات پیدا ہوئے۔ کئی ایک تبدیلیوں کے بعد بالآخر مستحکم حالت اختیار کر کے یہ کائنات بنی۔

اس چیز کا تو علم نہیں کہ یہ توانائی آئی کہاں سے اور اس کا بھی علم نہیں کہ یہ توانائی فوری طور پر کس طرح مرتکز ہوئی۔ لیکن جہاں تک ارتکاز کا مسئلہ ہے سوئٹزرلینڈ میں واقع ایک لیبارٹری میں مصنوعی طور پر بہت چھوٹے پیمانے پر یہ کامیاب تجربہ کیا گیا ہے کہ تیز رفتار ذرات کو ایک دوسرے سے آپس میں ٹکرایا جائے تو مرتکز توانائی پیدا ہوتی ہے۔ اس کا الٹ یوں کہ مرتکز توانائی مادہ پیدا کرتی ہے۔

صرف ایک منٹ رکیں!

انسان صدیوں سے اس تگ و دو میں لگا ہوا ہے کہ وہ مادہ کی نوعیت اور قوانین قدرت کو سمجھ کر ان کو بیان کر سکے۔ یہ دنیا کس چیز کی بنی ہے؟ یہ بہت ہی پرانا سوال ہے۔

آج سے ۲۴۰۰ سال پہلے فلاسفر دیمقراطیس نے یہ کہا کہ مادہ چھوٹے چھوٹے مختلف دانوں GRAINS سے مل کر بنا ہے۔ اور آج کی تحقیق نے یہ ثابت کیا کہ دیمقراطیس صحیح ہے۔

پتہ درکار ہے

○ مکرم پرویز احمد صاحب ولد چوہدری نذیر احمد صاحب نے ۱۹۷۴ء میں ۱۷ سال کی عمر میں دارالعلوم غربی ربوہ سے وصیت کی تھی۔

○ مکرم نصیر احمد صاحب ولد چوہدری نذیر احمد صاحب نے ۱۹۷۴ء میں ۲۳ سال کی عمر میں دارالعلوم غربی سے وصیت کی تھی۔

اگر موصی خود یہ اعلان پڑھیں یا کسی اور دوست کو ان کے موجودہ ایڈریس کا علم ہو تو دفتر بہشتی مقبرہ کو اطلاع دیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ملکی خبریں

○ سندھ کے وزیر اعلیٰ جام صادق علی طویل علالت کے بعد ۵۔ مارچ کی صبح کو کراچی میں وفات پا گئے۔

○ جھنگ کے ضمنی انتخابات میں سپاہ صحابہ کے امیدوار نے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی دونوں سیٹوں پر مسلم لیگ کے امیدوار کو شکست دے دی۔

○ وزیر اعظم نے قومی اسمبلی کے سپیکر اور سینٹ کے درمیان اختلافات ختم کروانے کے لئے وزیر داخلہ کی زیر قیادت ایک کمیٹی قائم کی ہے۔

○ زکوٰۃ کی کٹوتی سے بچنے کے لئے بنکوں کے مسلم کھاتہ داروں نے گذشتہ چند دنوں میں اپنے سیونگ اکاؤنٹس سے کروڑوں روپے نکلوائے یکم رمضان المبارک کو ۳ ہزار یا اس سے زائد رقم رکھنے والوں کے سیونگ اکاؤنٹس پر اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ کاٹی جائے گی۔

○ دفتر خارجہ کے ترجمان نے کہا ہے کہ ہم کشمیر کے مسئلہ پر بیرونی ممالک کی طرف سے مصالحت کی پیشکشوں کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔

○ پشاور پولیس نے سندھ اسمبلی کے سپیکر کے بھائی اور ان کے ایک ساتھی کو غیر ملکی اسلحہ سمیت گرفتار کر لیا۔

○ کراچی کی خصوصی عدالتوں نے قومی اسمبلی کے ممبر اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے شوہر آصف علی زرداری کی قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کی درخواست مسترد کر دی ہے۔

○ حکومت نے فروری کے دوران ۵ ارب ۴۹ کروڑ ۸۰ لاکھ روپے کے نئے کرنسی نوٹ جاری کئے ہیں۔

○ پیر پگاڑا نے کہا ہے کہ وزیر اعظم کے ساتھ مصالحت کا امکان نہیں۔ وہ مسلم لیگ کا اعتماد کھو چکے ہیں بلخ شیر مزاری کی قیادت میں قومی حکومت کے امکانات زیادہ ہیں۔

○ وزیر اعظم نے کہا ہے کہ جماعت اسلامی سے ان کا کوئی اختلاف نہیں۔ یہ جماعت اسلامی جمہوری اتحاد کا حصہ ہے۔ اس سے بات چیت جاری ہے۔

○ کراچی میں منگل کے روز ٹی وی سٹیشن کی بیرونی دیوار کے ساتھ بموں کے زوردار دھماکے ہوئے شہر کے دو دوسرے مقامات پر بھی دھماکے ہوئے کئی کاریں تباہ ہو گئیں۔

○ کراچی سٹیل ملز کا ادارہ وفاقی حکومت اور ایم کیو ایم کے درمیان تعلقات کے لحاظ سے ٹیسٹ کیس بن گیا ہے ایم کیو ایم اپنے حامی ۶۲۰۰ برطرف شدہ کارکنوں کی بحالی پر مصر ہے جو سیاسی بنیادوں پر بھرتی کئے گئے تھے ایسی صورت میں امکان ہے کہ ادارے کے سربراہ جنرل قمر الزمان جنہیں جی ایچ کیو کی بھرپور حمایت حاصل ہے مستعفی ہو جائیں گے۔

○ باخبر ذرائع کے مطابق مسلم لیگی ارکان اسمبلی نے پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں سپیکر گوہر ایوب سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر وہ مستعفی نہ ہوئے تو انہیں عدم اعتماد کے ووٹ کے ذریعہ ہٹا دیا جائے گا۔

○ قومی اسمبلی میں صدر۔ وزیر اعظم سپیکر چیئرمین سینٹ اور ارکان پارلیمنٹ کی تنخواہوں میں اضافہ کے بل پیش کر دیے گئے ہیں۔

غیر ملکی خبریں

○ لیبیا نے عالمی عدالت انصاف سے اپیل کی ہے کہ وہ امریکہ اور برطانیہ کے ساتھ اس کے تنازعہ میں مداخلت کرے اور یہ بھی واضح کرے کہ لیبیائی باشندوں کو امریکہ کے حوالے کرنے کے مطالبہ کی قانونی حیثیت کیا ہے۔

○ نگورنو کاراباخ میں آذربائی جان کی فوجوں نے آرمینیا کا ایک ہیلی کاپٹر مار گرایا ہے۔ جس کے نتیجے میں ۴۰ افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ دونوں جمہوریتوں میں جنگ جاری ہے۔

بقیہ: صـ۷ سے آگے

ادا کرتی رہوں گی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جائے۔ الامتہ۔ صبیحہ بیگم بیوہ ملک ممتاز احمد معرفت ہیڈ ماسٹر ظفر احمد چک ۵ P.7 خاص ضلع سرگودھا۔ گواہ شد نمبر ۱۔ ملک شاہد محمود B.A پسر موصیہ۔ گواہ شد نمبر ۲۔ پروفیسر ملک اقبال احمد ایم۔ اے برادر موصیہ۔

دی ہیون ہاؤس پبلک سکول (انگلش میڈیم)

۵/۲۲ دار العلوم غربی۔ یونیورسٹی روڈ۔ ربوہ — فون ۷۹۰

ضرورت سٹاف

انگلش میڈیم سکول کے لئے مندرجہ ذیل لیڈی سٹاف کی ضرورت ہے۔

	نام آسامی	تعداد	تعلیم
۱۔	ٹیچرز	۴	ایم اے / ایم ایس سی بمعہ بی ایڈ
۲۔	"	۳	بی۔ اے / بی ایس سی بمعہ بی ایڈ
۳۔	"	۱	ایم۔ اے ایجوکیشن
۴۔	سیکرٹری	۱	بی۔ اے
۵۔	معاون	۱	میٹرک
۶۔	کمپیوٹر آپریٹر	۱	بی۔ اے کمپیوٹر کورس
۷۔	آرٹ ٹیچر	۱	بی اے ڈپلومہ ان ڈرائنگ
۸۔	پی۔ ٹی آئی	۱	ڈپلومہ ان فزیکل ایجوکیشن
۹۔	چوکیدار (مرد)	۱	ریٹائرڈ فوجی کو ترجیح دی جائے گی

نوٹ:۔ تجربہ کار کو ترجیح دی جائے گی۔ تنخواہ حسب قابلیت۔
مکمل درخواستیں مورخہ ۹۔ مارچ ۱۹۹۲ء تک دفتر پہنچ جانی چاہئیں۔ انٹرویو مورخہ ۱۰۔ مارچ ۱۹۹۲ء کو ۹ بجے صبح دفتر میں ہوں گے۔

رجسٹریشن شروع ہے

پرنسپل

ملکی و غیر ملکی ٹیلیفون کالز اور فیکس کا انتہائی مؤثر انتظام

پبلک ٹیلیفون کال آفس اور ٹیلی فیکس

○ فیکس کی ہوم ڈیلیوری کا بھی انتظام ہے۔ ○ خواتین کے لئے علیحدہ انتظام ہے

ٹریول سروسز ریلوے روڈ۔ ربوہ { فیکس: ۶۹۶ فون: ۸۲۵ } منجانب:۔ المصوّر ریلوے روڈ۔ ربوہ